QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

داعیانِ دین کے لیے فہمِ بلاغتِ قرآنی کی علمی ودعوتی اہمیت

The Scholarly and Missionary Significance of Understanding Qur'anic Eloquence for Islamic Preachers

Dr. Faryal Umbreen
Assistant Professor/ In charge Dawah Centre for Women, Dawah Academy, International Islamic University, Islamabad.
Email: faryal.umbreen@iiu.edu.pk
Muhammad Jafir
Doctoral Candidate, Gomal University Dera Ismail Khan
Email: jafirtyar786@gmail.com

This article explores the scholarly and missionary importance of understanding the Qur'anic eloquence (balāgha) for Islamic preachers (duʿāt). The Qur'an is not only a divine book of guidance but also a linguistic miracle whose rhetorical power has captivated audiences for centuries. For preachers, mastering its eloquence enables more impactful, persuasive, and spiritually resonant communication. In a time when conveying religious truths requires both intellectual rigor and emotional appeal, the Qur'anic use of storytelling, metaphors, parables, and contrasting themes offers a deeply effective model. This paper argues that comprehension of Qur'anic balāgha strengthens a preacher's message, allowing it to reach hearts and minds with clarity and power. Therefore, understanding the eloquence of the Qur'an is a vital asset for any contemporary Islamic missionary.

Keywords: Qur'anic Eloquence, Balāgha, Islamic Preaching, Da'wah, Rhetoric, Religious Communication, Qur'anic Narrative, Islamic Missionary Work

تمہید:

قرآن مجید محض ایک کتابِ ہدایت نہیں بلکہ فصاحت و بلاغت کا ایک بے مثال معجزہ ہے، جو ہر دور کے انسان کو اپنے دلنشین اور بلیغ اسلوب سے مخاطب کرتا ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت عرب معاشرہ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھا، اور وہاں کے شعراء و خطباء زبان و بیان کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ لیکن جب قرآن عظیم الشان نازل ہوا تو ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں، اور وہ اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ کلام انسانی نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے ان کو اس جیسا کلام لانے کا چیلنج بھی دیا لیکن کسی بھی قادر الکلام عرب کو اس جیسی ایک آیت پیش کرنے کی ہمت نہ ہو سکی، جس سے اس کی بلاغی عظمت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔

داعیانِ دین کے لیے فہمِ بلاغتِ قرآنی کی اہمیت

- قرآن مجید کی دعوت محض عقلی استدلال پر منحصر نہیں، بلکہ وہ ایک جامع پیغام ہے جو انسانی وجود کے ہر پہلو کو مخاطب کرتا ہے — عقل کو دلیل سے، دل کو جذبات سے، روح کو نور سے، اور عمل کو تحریک سے متاثر کرتا ہے۔ یہی اس کی بلاغت کا حسن ہے کہ وہ محض خطاب نہیں کرتا، بلکہ قاری یا سامع کو محسوس کرواتا ہے کہ یہ پیغام اسی کے لیے ہے، اسی کی زندگی کے سوالات کا جواب ہے، اور اسی کی فطرت سے ہم آہنگ ہے۔ قرآن مجید انسان کی فطری کمزوریوں، خواہشات، خوف، امید، ماضی کے تجربات اور مشاہداتی دنیا کو استعمال کر کے ایسی زبان اختیار کرتا ہے جو صرف ذہن نہیں، دل کی دنیا کو بھی جھنجھوڑ دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جابجا مثالیں دی گئی ہیں ۔ کبھی بارش کی، کبھی درختوں کی، کبھی انسان کی پیدائش کی، اور کبھی تاریخ کے عبرتناک واقعات کی ۔ تاکہ انسان اپنے اردگرد کی دنیا میں اللہ کی نشانیاں پہچانے اور ان کے ذریعے حقیقت تک پہنچے۔
- جب داعی قرآن مجید کی اس بلاغت کو سمجھے گا تو وہ محض الفاظ دہرانے والا نہیں رہے گا بلکہ ایک شعور یافتہ ترجمان بن جائے گا، جو سامع کے مزاج، پس منظر، جذبات اور فکری سطح کے مطابق قرآن مجید کی آیات کو پیش کرے گا۔ اس کی باتوں میں وہ اثر ہو گا جو صرف معلومات سے نہیں، بلکہ احساس اور حکمت سے پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی زبان دل پر دستک دیتی ہے، اور جب داعی خود اس زبان کو دل سے سمجھے، تو پھر اس کی دعوت الفاظ سے آگے بڑھ کر پیغام بن جاتی ہے — ایک ایسا پیغام جو دل میں اُترتا ہے، فکر کو جھنجھوڑتا ہے، اور عمل کو متحرک کرتا ہے۔

عصرِ حاضر کے ذہن کو متاثر کرنا اور بلاغتِ قرآنی کی عصری افادیت

عصرِ حاضر کا انسان سوال کرتا ہے، تجزیہ کرتا ہے، تقابل کرتا ہے، اور دلیل مانگتا ہے۔ وہ اندھی تقلید کو مسترد کرتا ہے اور ہر بات کو عقل اور تجربے کی کسوٹی پر پرکھتا ہے۔ ایسے ماحول میں محض جذباتی تقریر یا روایتی اندازِ بیان سے بات مؤثر نہیں ہو سکتی۔ اس کے لیے ایسی زبان اور اسلوب کی ضرورت ہے جو علم، استدلال، حکمت، اور فکری گہرائی سے مزین ہو۔ اور یہی وہ خصوصیات ہیں جو قرآن مجید کی بلاغت میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں دلائل کی ایک پوری دنیا موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ بار بار انسان کو فرماتا ہے:

" افلا تعقلون "[1] " کیا تم عقل نہیں رکھتے "

"أفلا يتفكرون" [2] "کیا تم غور نہیں کرتے"

"أولم يتفكروا في أنفسهم" [3] "کیا وہ اپنے نفس میں غور نہیں کرتے"

جیسے الفاظ سے دعوتِ فکر دیتا ہے۔ یہ انداز صرف مذہبی عقیدے کی تلقین نہیں بلکہ عقلی بنیادوں پر یقین پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ الحاد، سیکولرازم اور سائنسی مادہ پرستی جیسے نظریات نے دین کو فرد کی نجی زندگی تک محدود کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن قرآن مجید ایک ایسا جامع پیغام پیش کرتا ہے جو نہ صرف خالق و مخلوق کے رشتے کو واضح کرتا ہے بلکہ معاشرت، اخلاق، معیشت، قانون اور ریاست کے معاملات میں بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جب داعی ان آفاقی تعلیمات کو قرآن مجید کے بلاغتی اسلوب کے ساتھ بیان کرتا ہے تو وہ محض ایک مذہبی مبلغ نہیں بلکہ ایک فکری رہنما اور مصلح بن جاتا ہے۔ مزید یہ کہ قرآن مجید کا اسلوب ہر ذہنی سطح کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ایک علمی ذہن اس میں دلیل پاتا ہے، ایک جذباتی دل اس میں تسکین، اور ایک جستجو کرنے والا عقل و فہم کا خزانہ۔ یہی وہ جامعیت ہے جو داعی کو ہر طبقے سے مؤثر طور پر خطاب کرنے کے قابل بناتی ہے — خواہ وہ نوجوان ہو یا دانشور، طالبعلم ہو یا استاد، متردد ہو یا منکر۔

نبی کریم ﷺ کی دعوت کا اسلوب اپنانا

نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ دعوتِ دین کا کامل اور ہمہ جہت نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی دعوت میں قرآن مجید مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ نہ صرف قرآن مجید کی تلاوت فرماتے بلکہ اس کی حکمت بھری وضاحت کرتے، اس کی بلاغت کو بروئے کار لاتے، اور آیات کو سامع کے حال، فہم اور قلبی کیفیت کے مطابق پیش کرتے تھے۔ آپ کی گفتگو میں قرآن مجید کی آیات محض الفاظ کی تکرار نہ تھیں، بلکہ وہ ایک زندہ پیغام بن کر دلوں میں اترتی تھیں۔

جب کفارِ مکہ آپ ﷺ کی دعوت پر اعتراض کرتے یا شبہات پیش کرتے، تو آپ قرآن مجید کی زبان میں علمی، حکیمانہ اور دلنشین انداز میں جواب دیتے۔ یہی بلاغت تھی جس نے سخت دلوں کو نرم کیا، اور بدترین دشمنوں کو مخلص صحابہ میں بدل دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا اسلوب حسبِ حال ہوتا؛ مکہ میں دعوت کا انداز نرم، فکر انگیز اور برداشت پر مبنی تھا، جبکہ مدینہ میں زیادہ وضاحت، قانون، معاشرت اور حکمت پر مبنی پیغام غالب تھا۔ لیکن ہر دور اور ہر مقام پر قرآن مجید ہی آپ ﷺ کی دعوت کا بنیادی ذریعہ رہا۔

1. طائف کے سفر میں قرآنی دعوت کا اسلوب

نبی کریم ﷺ جب طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے سرداروں نے سخت بدتمیزی کی اور عوام کو آپ پر پتھراؤ کے لیے اکسا دیا۔ اس موقع پر جب فرشتہ حاضر ہوا اور پہاڑوں کے درمیان ان کو پیسنے کی پیشکش کی، تو آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور دعائیہ الفاظ ادا فرمائے، جو دراصل قرآنی فکر کا عکاس تھے:

"اللهم اهدِ قومي فإنهم لا يعلمون" [4]

"اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، کیونکہ وہ جانتے نہیں"

سورۃ الفرقان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا" [5]

"رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ نرمی سے جواب دیتے ہیں"
یہ اسلوب واضح کرتا ہے کہ قرآن مجید کی بلاغت صرف الفاظ نہیں، بلکہ عملی کردار کے ذریعے منتقل ہوتی ہے۔

2. دارِ ارقم میں دعوتی حکمت اور قرآنی بلاغت کا اثر

نبوت کے ابتدائی سالوں میں نبی کریم ﷺ نے دارِ ارقم کو مرکزِ دعوت بنایا، جہاں اسلام کے ابتدائی پیروکار قرآن مجید کی آیات کو سمجھنے، سننے اور اثر لینے کے لیے جمع ہوتے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے سے پہلے جب سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات سنائی گئیں تو وہ زار و قطار رونے لگے اور دل موم ہو گیا:

"طه، مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى"[6]

طٰہٰ، ہم نے یہ قرآن تم پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ"

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر داعی قرآن مجید کی بلاغت کو سمجھ کر اور صحیح موقع پر پیش کرے تو دلوں کو فتح کر سکتا ہے، جیسا کہ دارِ ارقم میں ہوتا رہا۔

3. نجران کے عیسائیوں سے مکالمہ میں قرآنی آیات کا استعمال

نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا بین المذاہب مکالمہ مدینہ منورہ میں ہوا۔ اس موقع پر قرآن مجید کی سورۃ آلِ عمران آیت 59–61 نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ، خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ، ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ" [7]

"بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے پیدا کیا سے مٹی سے پھر فرمایا ہو جا تو وہ ہو گئے"

یہ آیت توحید کے اثبات اور عیسائی عقیدہ تثلیث کے رد کے لیے عقلی اور فطری اسلوب میں پیش کی گئی، اور نبی ﷺ نے دعوتی ادب کے ساتھ یہ پیغام پہنچایا۔

آج کے داعی کے لیے رسول اللہ ﷺ کا یہ اسلوب اسوہ اور مشعل راہ ہے۔ قرآن مجید کی بلاغت کو سمجھ کر، داعی نہ صرف نبی ﷺ کے طریق کو زندہ کرتا ہے، بلکہ جدید ذہن کے سامنے دین کو اسی انداز میں پیش کرتا ہے جس سے وہ دلائل، حکمت اور اثر کے ساتھ قبول کیا جا سکے۔

فہم بلاغتِ قرآنی دراصل نبی ﷺ کی دعوتی حکمت کا احیاء (revival) ہے، جو داعی کو الفاظ سے اٹھا کر تاثیر، حکمت اور بصیرت کے مقام پر فائز کرتا ہے۔

مخاطب کی نفسیات کو سمجھنا۔ بلاغتِ قرآنی کا ایک دعوتی راز

قرآن مجید محض کتابِ احکام نہیں بلکہ انسانی نفسیات کے عمیق شعور پر مبنی ایک جامع کلام ہے۔ اس کی بلاغت کا ایک عظیم پہلو یہ ہے کہ وہ مخاطب کی ذہنی، جذباتی، علمی، اور روحانی کیفیت کے مطابق کلام کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ہمیں کبھی شفقت و محبت، کبھی وعید و تنبیہ، کبھی تمثیل، کبھی فطرت، کبھی عقل، اور کبھی جذبات سے خطاب ملتا ہے۔

شفقت و امید کا انداز:

جب مخاطب مایوس، گناہوں میں ڈوبا یا شکستہ دل ہو، تو قرآن نرمی، محبت اور رجاء کے ساتھ اسے بلاتا ہے:

"قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ" [8]

"کہہ دو: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو"

یہ اسلوب ایسے دلوں کو تسلی دیتا ہے جو ندامت یا گناہ کے بوجھ سے نڈھال ہوں۔

تنبیہ و تہدید کا انداز:

کبھی قرآن مجید ان لوگوں سے سخت زبان میں خطاب کرتا ہے جو انکار، استہزاء یا ظلم پر مصر ہوتے ہیں:

"فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا" [9]

"پس اب چکھو، ہم تمہیں عذاب ہی بڑھا کر دیں گے"

اس آیت میں استعارہ تہکمیہ کے ذریعے ان کے لیے تہدید ہے جو ہدایت کے مقابل سرکشی اختیار کرتے ہیں۔

تمثیل اور فطری مشاہدے کا اسلوب:

انسانی ذہن جب جمالیاتی یا مشاہداتی پہلوؤں سے متاثر ہوتا ہے تو قرآن اسی راہ سے دل تک رسائی حاصل کرتا ہے:

" أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ" [10]

"کیا تم نے نہیں دیکھا اللہ نے پاکیزہ بات کی مثال ایک پاکیزہ درخت سے دی"

یہ اسلوب علمی و ادبی ذوق رکھنے والوں کے لیے حکمت سے بھرپور راستہ ہے۔

وجدانی و فطری اپیل:

قرآن مجید بعض اوقات انسان کے فطری احساسِ توحید اور باطنی شعور کو جگاتا ہے:

"وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ" [11]

"اور تمہارے اپنے نفس میں [نشانیاں ہیں]، کیا تم دیکھتے نہیں"

یہ اسلوب تجرباتی، فطرت پسند، اور داخلی سوچ رکھنے والے افراد کو مخاطب کرتا ہے۔

ایک داعی جب قرآنی بلاغت کو صرف الفاظ کی خوبصورتی کے بجائے نفسیاتی حکمت کے ساتھ سمجھے گا تو وہ جان سکے گا کہ:

کب محبت کا لہجہ اپنانا ہے،

کب دلیل اور تمثیل دینی ہے،

کب بصیرت کو جھنجھوڑنا ہے،

اور کب انذار و تہدید کی ضرورت ہے۔

یہی انداز نبی کریم ﷺ کی سنت میں بھی واضح ہے، جیسے کہ:

حضرت معاذؓ کو فرمایا: "بشّروا ولا تنفّروا، يسّروا ولا تعسّروا" [12]

"لوگوں کو خوشخبری دو، متنفر نہ کرو؛ آسانی پیدا کرو، سختی نہ کرو"

قرآن مجید کی بلاغت ایک جامع نفسیاتی حکمت پر مبنی ہے۔ داعی اگر اس کو سمجھے تو وہ ہر مزاج، ہر ذہن، ہر کیفیت کے مخاطب سے نہ صرف بات کر سکتا ہے بلکہ اس کے دل کو بھی چھو سکتا ہے۔

دعوتی حکمتِ عملی میں بلاغتِ قرآنی کا اطلاق

- **قصصِ قرآنی کا دعوتی استعمال**

قصصِ قرآنی (قرآن مجید میں مذکور انبیاء و اقوام کی داستانیں) نہ صرف تاریخی معلومات یا عبرت کے لیے بیان ہوئی ہیں بلکہ ان کا اصل مقصد دعوتی حکمت، تدبر، فکری رہنمائی اور دلوں پر اثر ڈالنا ہے۔ آپ کا دیا ہوا نکتہ نہایت اہم ہے۔ ذیل میں اس عنوان کی مزید وضاحت دعوتی تناظر، قرآنی اسلوب اور نبی کریم ﷺ کے طریقہ کار کے ساتھ کی جا رہی ہے:

قرآن مجید میں موجود انبیاء علیہم السلام کی داستانیں محض تاریخی بیانات نہیں، بلکہ وہ دعوتِ دین کی فکری، جذباتی، نفسیاتی اور عملی بنیادیں فراہم کرتی ہیں۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ"[13]

"یقیناً ان کے قصوں میں اہلِ عقل کے لیے عبرت ہے"

دعوت میں حکمت، صبر اور مراحل:

حضرت نوحؑ کی داستان میں صبر، مسلسل دعوت، اور ترکِ دنیاوی فائدہ کے باوجود استقامت کی مثال ہے۔

"إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا" [14]

"میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا"

نرمی و شفقت:

حضرت ابراہیمؑ کا اندازِ دعوت، خاص طور پر والد سے مکالمہ، نہایت مؤدبانہ اور حکیمانہ ہے۔

"يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ" [15]

"اے میرے ابا! آپ ایسی چیز کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو سنتی ہے نہ دیکھتی ہے"

نبی ﷺ کی تسلی اور داعی کا حوصلہ:

سورۃ یوسف کی داستان ایک طرف جہاں دوسروں کو حکمت سکھاتی ہے، وہیں نبی کریم ﷺ کو دعوتی مشن پر صبر، تدبر اور استقامت کی تلقین کرتی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: "نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ..." [16]

"ہم آپ کو بہترین قصہ سناتے ہیں"

یہی وجہ ہے کہ مکی دور میں جب حالات سخت تھے، تو اللہ نے نبی ﷺ کو تسلی دینے کے لیے قصصِ انبیاء سے تقویت دی۔

قرآن مجید کی کہانیاں صرف ماضی کی معلومات نہیں، بلکہ وہ ایک دعوتی پیکج ہیں جن میں:

- اسلوبِ دعوت
- مراحلِ تبلیغ
- مخاطب کے ساتھ تعامل
- اور نتیجہ پر توکل جیسے اسباق موجود ہیں۔
- ایک داعی کے لیے قصصِ قرآنی کا فہم، اس کی بلاغت اور حکمت کو سمجھنا نہایت ضروری ہے تاکہ وہ اپنی دعوت کو اثر انگیز، تاریخی شعور سے مالامال، اور نفسیاتی طور پر مؤثر بنا سکے۔

امثال وتمثیلات

قرآن مجید میں امثال و تمثیلات (مثالوں اور تشبیہوں) کا استعمال نہایت اہم دعوتی اسلوب ہے جو پیغام کو دل و دماغ میں بٹھانے، سوچ کو جھنجھوڑنے، اور معنویت کو واضح کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ اسلوب نہ صرف فصاحت وبلاغت کی علامت ہے، بلکہ ایک داعی کے لیے دعوت کو سہل، مؤثر اور پُراثر بنانے کا قیمتی ہتھیار ہے۔

6. امثال وتمثیلات: قرآن کا فکری اور دعوتی اسلوب

قرآن میں جہاں حقیقتوں کو براہِ راست بیان کیا گیا ہے، وہاں بعض گہری باتوں کو مثالوں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے تاکہ بات دل و دماغ میں راسخ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ"[17]

" یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، اور انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں"

تمثیل کی دعوتی افادیت:

- تمثیل کسی پیچیدہ بات کو سادہ انداز میں سمجھانے میں مدد دیتی ہے۔
- مثال انسانی ذہن میں تصویر کی طرح بیٹھ جاتی ہے اور بھولنے میں نہیں آتی۔
- تجریدی حقائق کو محسوس کرانا جیسے ایمان، کفر، نفاق، تقویٰ جیسے موضوعات کو محسوس کرانے کے لیے مثال دی جاتی ہے۔

قرآنی امثال ایک داعی کے لیے دعوت کو قابلِ فہم، پُراثر، اور دیرپا بنانے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ان سے قرآن کا پیغام نہ صرف ذہن میں اترتا ہے بلکہ دل پر بھی اثر کرتا ہے۔

اسلوب استفہام:

قرآن مجید نہ صرف حق و باطل کو بیان کرتا ہے، بلکہ اسلوب استفہام کے ذریعے ان کے درمیان واضح تقابل (comparison) قائم کر کے دلائل، حکمت، اور فکری وضاحت فراہم کرتا ہے۔ یہ انداز داعی کے لیے فکری وضاحت، استدلال، اور روحانی بصیرت کا زبردست ذریعہ بنتا ہے۔

.7اسلوب استفہام: دعوتِ قرآن میں دلیل اور حکمت کا جامع اسلوب

قرآن مجید میں حق و باطل، توحید و شرک، ایمان و کفر، ہدایت و ضلالت، دنیا و آخرت جیسے اہم تصورات کو محض الگ الگ بیان نہیں کیا گیا، بلکہ انہیں ایک دوسرے کے مقابل رکھ کر فرق کو عقلی، اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر واضح کیا گیا ہے۔ پھر اسلوب استفہام کے ذریعے عقلمندوں کو تفکر و تدبر پر آمادہ کیا گیا۔

یہ اسلوب مخاطب کے ذہن کو سوچنے، تجزیہ کرنے، اور سچائی کو پرکھنے پر مجبور کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ..." [18]

" کہہ دو: کیا وہ لوگ برابر ہو سکتے ہیں جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے"

دعوتی حکمت

1. تقابل سے حق و باطل میں فرق خود سامنے آ جاتا ہے—داعی کو براہِ راست الزام دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

2. موازنہ انسان کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ وہ کہاں کھڑا ہے، اور کون سا راستہ بہتر ہے۔
3. سخت بات کو مثال یا تقابل کے ذریعے نرم انداز میں پیش کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا اسلوب تھا۔
4. یہ اسلوب دل کو جھنجھوڑتا ہے، کیونکہ انسان فطری طور پر موازنہ کر کے سچائی کو پہچانتا ہے۔

داعی کے لیے رہنمائی:

- ایک سمجھدار داعی کو چاہیے کہ وہ قرآنی تقابلی آیات کا فہم حاصل کرے، اور انہیں موقع کے مطابق استعمال کرے۔
- تقابل صرف علمی مناظرے کے لیے نہیں، بلکہ باطنی ہدایت، اصلاح، اور شعور کی بیداری کے لیے ہونا چاہیے۔
- داعی اگر توحید کو شرک کے مقابل، یا ہدایت کو ضلالت کے خلاف پیش کرے، تو سامع کو سوچنے اور بدلنے کا موقع ملتا ہے۔

قرآنی اسلوبِ تقابل ایک داعی کو:

عقلی دلیل، فکری گہرائی، اور حکمتِ دعوت عطا کرتا ہے۔ یہ انداز سامع کے دل میں حق کی ترجیح پیدا کرتا ہے، اور باطل کو بلا جبر و تنقید کے بے نقاب کرتا ہے۔

ثقافتی ولسانی تناظر میں قرآن مجید کی بلاغت

قرآن مجید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر دور، ہر قوم، اور ہر زبان بولنے والے انسان کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اگرچہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا، لیکن اس کی بلاغت اور اسالیب عالمگیر نوعیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب داعی دین کسی غیر عرب قوم یا مختلف ثقافتی پس منظر رکھنے والے افراد کو دین کی دعوت دیتا ہے، تو اس کے لیے قرآن جید کے بلاغی اسلوب کو ان کے ثقافتی، فکری اور لسانی سیاق میں ڈھالنا ضروری ہو جاتا ہے۔

.1 ترجمے اور تفسیر میں بلاغت کا انعکاس

ترجمہ محض الفاظ کی تبدیلی نہیں بلکہ مفہوم کی درست ترسیل ہے۔ جب داعی قرآن مجید کے بلاغی انداز کو سمجھتا ہے، تو وہ ترجمے میں ان لطائف کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے جو اصل پیغام کو مؤثر بناتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ، استفہام، حذف، تکرار، مقابلہ اور جناس کے ذریعے جو اثر پیدا کیا گیا ہے، وہ ترجمے یا دعوتی تقریر میں بھی منتقل کیا جا سکتا ہے—بشرطیکہ داعی خود ان اسالیب کو سمجھتا ہو۔

.2 مقامی ضرب الامثال، حکایات اور اسلوب کی ہم آہنگی

قرآن مجید نے عربوں کے فہم کے مطابق تمثیلات اور ضرب الامثال استعمال کیں۔ ایک داعی جب کسی اور قوم سے مخاطب ہوتا ہے، تو وہ قرآن مجید کے پیغام کو ان کی معروف مثالوں، محاوروں اور ادبی رجحانات کی روشنی میں پیش کر سکتا ہے۔ اس سے قرآن مجید کا پیغام زیادہ مانوس اور دل نشین محسوس ہوتا ہے۔

.3 قرآن مجید کی بین السطور بلاغت اور اُس کی ترسیل

قرآن مجید میں بعض اوقات الفاظ سے زیادہ سکوت، ترتیب، اور اسلوبِ تقدیم و تاخیر اہم معنی دیتے ہیں۔ داعی جب ان لطیف بلاغی نکات کو سمجھتا ہے، تو اس کی دعوت میں ایک فکری گہرائی اور تہہ داری پیدا ہو سکتی ہے، جو خاص طور پر علمی طبقات کو متاثر کرتی ہے۔

4.نفسیاتی اور لسانی مناسبت

ہر زبان کا ایک خاص ذہنی اور جذباتی سانچہ ہوتا ہے۔ قرآن کی بلاغت صرف الفاظ میں نہیں، بلکہ مخاطب کی نفسیات کے مطابق اسلوب اپنانے میں بھی ہے۔ داعی جب کسی قوم کی زبان اور نفسیات کو سمجھتا ہے، تو وہ قرآنی پیغام کو اس انداز میں پیش کرتا ہے جسے سننے والا اپنے دل کی آواز سمجھتا ہے۔

5.بلاغتِ قرآنی کے عالمگیر پہلو

قرآن مجید کا بلاغی اسلوب انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا پیغام ہر قوم اور ہر زبان کے انسان پر اثر انداز ہوتا ہے۔ داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس پہلو کو پہچانے اور اس کی مدد سے قرآن مجید کے پیغام کو عالمگیر انداز میں پیش کرے۔ ثقافتی اور لسانی تناظر میں قرآن مجید کی بلاغت کو سمجھنا داعی کے لیے اس لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن مجید کے ہمہ گیر پیغام کو لوگوں کے فہم، ذوق، اور ذہنی سطح کے مطابق پیش کر سکے۔ یوں دعوت نہ صرف مؤثر بنتی ہے، بلکہ سامع کے دل میں قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی معجزانہ فصاحت کی حجیت

قرآن مجید کا سب سے عظیم معجزہ اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔ یہ کلام ایسا ہے جسے نہ صرف اس وقت کے فصیح ترین اہل زبان (عرب) شکست نہ دے سکے، بلکہ آج تک کوئی بھی اس کے ہم پلہ کلام پیش کرنے سے قاصر رہا ہے۔ اس اعتبار سے قرآن کی فصاحت، اس کی الٰہی صداقت اور حقانیت کا زندہ اور جاوید ثبوت ہے۔

تحدی (چیلنج) کا اعجاز

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اعجاز کو واضح کرنے کے لیے مشرکینِ مکہ کو بارہا چیلنج دیا:

"قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا"[19]

"کہہ دو: اگر تمام انسان اور جنات اس قرآن جیسا لانے پر اکٹھے ہو جائیں تو بھی وہ اس جیسا نہ لا سکیں گے، چاہے وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔"

یہ چیلنج پہلے پورے قرآن کے بارے میں دیا گیا، پھر دس سورتوں کے بارے میں، پھر صرف ایک سورت کے بارے میں — لیکن کوئی اس کا جواب نہ لا سکا۔

عربوں کی فصاحت کا پس منظر

قرآن مجید ایسے دور میں نازل ہوا جب عرب فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے ہاں خطابت، شاعری، اور ادبی مقابلے عروج پر تھے۔ قرآن کے کلام نے ان کے تمام معروف خطباء و شعراء کو مبہوت کر دیا۔

دعوتی سیاق میں اس کی حجیت

ایک داعی جب قرآن مجید کی بلاغت اور فصاحت کو سمجھتا ہے تو وہ صرف علمی بات نہیں کرتا، بلکہ کلام الٰہی کے اعجاز کو دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ خصوصاً اُن لوگوں کے لیے مؤثر ہے جو عقل، منطق اور تحقیق کی زبان سمجھتے ہیں۔ دعوت کے میدان میں:

- وہ مخالفین کو بتاتا ہے کہ اگر یہ انسانی کلام ہوتا، تو اس جیسا کلام لایا جا سکتا۔

- وہ اہلِ علم کو قرآن مجید کے اسلوب اور دلائل میں چھپی حکمت سے متاثر کرتا ہے۔
- وہ عام لوگوں کو قرآن مجید کے حسنِ کلام اور روحانی تاثیر سے متاثر کرکے ایمان کی طرف مائل کرتا ہے۔

فصاحت و بلاغت سے ایمان کی تجدید

دعوت صرف غیر مسلموں کے لیے نہیں، بلکہ مسلمانوں کی تجدید ایمان اور یقین میں اضافہ بھی دعوت کا حصہ ہے۔ جب قرآن مجید کی فصاحت اور اعجاز کو ایک داعی مدلل انداز میں بیان کرتا ہے تو سننے والا:

قرآن مجید کو صرف عبادات کی کتاب نہیں، بلکہ زندہ معجزہ سمجھتا ہے۔

اس کے دل میں اللہ کی عظمت اور کلام کی سچائی بیٹھ جاتی ہے۔

وہ قرآن مجید سے جڑنے اور اسے سمجھنے کی طرف راغب ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی معجزانہ فصاحت، نہ صرف مخالفین کے لیے ایک غیر معمولی چیلنج ہے بلکہ ایک داعی کے لیے دعوتِ حق کی سب سے روشن دلیل بھی ہے۔ جو داعی قرآن مجید کی بلاغت کو سمجھ کر پیش کرتا ہے، وہ دلائل کی دنیا میں بھی کامیاب ہوتا ہے اور دلوں کی دنیا میں بھی۔

تجاویز و سفارشات

دینی مدارس اور اسلامی جامعات میں قرآن فہمی کے مضامین تو پڑھائے جاتے ہیں، لیکن بلاغتِ قرآنی کی تدریس محدود ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ طلبہ

کو اس سطح پر تربیت دی جائے کہ وہ قرآنی بلاغت کو علمی اور دعوتی میدان میں استعمال کر سکیں۔

- وہ ادارے یا تنظیمیں جو دینی دعوت کے لیے افراد تیار کرتی ہیں، انہیں چاہیے کہ بلاغتِ قرآنی کے فہم کو اپنے دعوتی تربیتی پروگرامز کا لازمی حصہ بنائیں، تاکہ ان کے خطباء، مبلغین، اور مقررین قرآن مجید کی گہرائی کے ساتھ ترجمانی کر سکیں۔
- عوام الناس اور ابتدائی درجے کے داعیان کے لیے آسان اور قابلِ فہم انداز میں قرآنی بلاغت کے پہلوؤں پر کتب، لیکچرز، اور ویڈیوز تیار کی جائیں تاکہ وہ بھی اس علم سے استفادہ کر سکیں۔
- موجودہ تراجم میں اکثر صرف لغوی معنی دیے جاتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مختلف زبانوں (اردو، انگریزی، فرانسیسی، وغیرہ) میں ایسے تراجم کیے جائیں جو قرآن مجید کے بلاغی حسن کو بھی منعکس کریں۔
- اسلامی دعوت کے میدان میں مختلف مکاتبِ فکر اور مذاہب سے مکالمے میں قرآنی بلاغت کے معجزاتی پہلو کو دلیلِ حق کے طور پر پیش کیا جائے، خاص طور پر ان حلقوں میں جو ادبیات اور لسانیات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔
- جامعات اور ریسرچ سینٹرز کو چاہیے کہ وہ بلاغتِ قرآنی کی دعوتی افادیت پر تحقیقی مقالے، تھیسس اور کانفرنسز کا اہتمام کریں تاکہ یہ علم مزید فروغ پا سکے۔
- ریڈیو، ٹی وی، یوٹیوب، سوشل میڈیا پر ایسے پروگرامز نشر کیے جائیں جن میں قرآن مجید کی بلاغت کا اثر انگیز انداز میں تجزیہ اور دعوتی استعمال دکھایا جائے۔

- بلاغتِ قرآنی کا اصل اثر تبھی ظاہر ہوتا ہے جب داعی خود قرآن عظیم الشان سے متأثر ہو۔ اس لیے داعی کو چاہیے کہ وہ صرف الفاظ کی حد تک نہیں، بلکہ تدبر، تذکر، اور عمل کے ذریعے قرآن مجید سے جڑنے کی کوشش کرے۔

[1] Sūrat al-Baqarah 2:44
[2] Sūrat al-Ḥashr 59:21
[3] Sūrat al-Rūm 30:8
[4] Muhammad Bin Isma‘īl al-Bukhārī, Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, ḥadīth no. 3477.
[5] Sūrat al-Furqān 25:63
[6] Sūrat Ṭāhā 20:1–2
[7] Sūrat Āl ʿImrān 3:59
[8] Sūrat al-Zumar 39:53
[9] Sūrat al-Nabaʾ 78:30
[10] Sūrat Ibrāhīm 14:24
[11] Sūrat al-Dhāriyāt 51:21
[12] Muhammad Bin Isma‘īl al-Bukhārī, Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, ḥadīth no. 69.
[13] Sūrat Yūsuf 12:111
[14] Sūrat Nūḥ 71:5
[15] Sūrat Maryam 19:42
[16] Sūrat Yūsuf 12:3
[17] Sūrat al-ʿAnkabūt 29:43
[18] Sūrat al-Zumar 39:9
[19] Sūrat al-Isrāʾ 17:88